



ملفوظات حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ رحمۃ

# چراغ

اُردو ترجمہ مفتاح العاشقین

ترجمہ

مُعِیْنِ زُطَامِی

ناشر

الحُسَيْنِ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور



ملفوظات حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ

# روشن چراغ

اُردو ترجمہ مفتاح العاشقین

ترجمہ

صاحبزادہ مُعین نظامی معظم آباد

ناشر

الحُسین پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

سلسلہ مطبوعات

۱۲۰۳ھ

۶۱۹۸۳

۲۹۷۶۶۲

۲۶۶۸۹

26689

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ روشن چراغ (اردو ترجمہ مفتاح العاشقین)  
مترجم \_\_\_\_\_ صاحب زادہ معین نظامی  
کتابت \_\_\_\_\_ محمد عبدالرحمن سدید معظمی  
طابع \_\_\_\_\_ عبدالعزیز مخدوم چشتی سیالوی  
مطبع \_\_\_\_\_ بختیار پرنٹرز  
\_\_\_\_\_ ہدیہ

ملنے کے لئے

مکتبہ سدیدیتہ \_\_\_\_\_ معظّم آباد ، ضلع سرگودھا  
مکتبہ نوریہ رضویہ \_\_\_\_\_ گنج بخش روڈ ، لاہور  
مکتبہ حامدیتہ \_\_\_\_\_ پیرو دھانی روڈ ، راولپنڈی  
مکتبہ نوریہ رضویہ \_\_\_\_\_ النور مارکیٹ ، گوجرانوالہ  
مکتبہ نوریہ رضویہ \_\_\_\_\_ گلبرگ اے ، فیصل آباد

752

# انتساب

حضرت احسان دانش

\_\_\_\_\_ کے نام

وانا کے نگر میں جو زمیں گیر ہے دانش  
ملتے ہیں اب اس شان کے درویش کہاں اور

مُعین نظامی

۱۹۸۳/۶/۲۷

نمبر

257/1187

# معین نظامی

نوجوان سکالر معین نظامی کا نام تصوف و طریقت کے مضامین کے سلسلے میں ایک جانا پہچانا نام ہے اور اپنی منفرد اہمیت کا حامل ہے عرفانیات و روحانیات پر ان کے بلند پایہ تحقیقی مضامین روز نامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“، ماہنامہ ”روحانی ڈائجسٹ“ — ”ضیائے صرم“ اور ”روحانی پیغام“ میں نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ میں جب بھی ان کا کوئی مضمون پڑھتا ہوں تو بے پناہ حیرت اور بے پایاں روحانی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ اتنی کم عمری اور انتشار و افزائے ذوق مطالعہ اور علمی و ادبی موضوعات پر تحقیق و جستجو کی کبھی نہ ملنے والی لگن! موٹی موٹی بوسیدہ کتابوں میں استغراق و انہماک ان کے سچیدہ اور مطلق مطالب و مفاہیم کو پوری طرح سمجھنا، ان کے علمی ہرار و رموز، باطنی دقائق و عوالم اور وجدانی نکات و اشارات تک سائی، ان کا مطالعہ و انتخاب اور پھر سلیس اردو ترجمہ و تشریح یقیناً بہت بڑا کام ہے اور معین نظامی بہت چھوٹی عمر سے اس بہت بڑے کام میں لگے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے بڑے کامیاب ہیں۔ اب تک وہ جتنا کام کر چکے ہیں وہ یقیناً انیس برس کے سرٹکے کے بس کا روگ نہیں۔

محمد اسلم ندیم و شریج راولپنڈی



# تاریخ ترجمہ

از اُستادِ گرامی شاعرِ اجل خطاطِ بے بدل حضرت صفوی خورشید عالم مخموری

لاہور

## شرارِ مہرِ تاباں

۱۳

”شرارِ مہرِ تاباں“ سے دلوں میں روشنی ہوگی!  
چمن و حشت کا مہکے گا، جنوں میں تازگی ہوگی  
کھلے گا میکدہ، ہمیشہ پتلیں گے دستِ ساتی سے  
متے گلرنگ سے چھلکیں گے ساغرِ ہمیشگی ہوگی  
”شرارِ مہرِ تاباں“ سے جلیں گے دلِ حسینوں کے  
جگرِ عشاق کا تڑپے گا آنکھوں میں نمی ہوگی  
چلیں گے شوقِ سجدہ میں بسوئے بتکدہ زاہد  
نقوشِ پائے جاناں پر جبینِ بندگی ہوگی

بہارِ جانِ فزا آئے گی بستانِ محبت میں  
 نہالِ آرزو کی شاخ شاخ اس سے ہری ہوگی  
 کرے گی روح کو پاکیزہ اور سینوں کو روشن  
 دلوں کی دُور اس سے وحشت افزا تیر گے ہوگی  
 نشہ بر سے گالے محسنِ اس جامِ زرافشاں سے  
 نگاہیں مد بھری اور دل کے شیشے میں پری ہوگی



اب میرا کوئی کام بھی معیوب نہیں ہے  
 جز تیرے کوئی اب مرا محبوب نہیں ہے  
 تو جب سے سمایا ہے مرے قلبِ نظر میں  
 دنیا کی کوئی شے مجھے مرغوب نہیں ہے

معیّن نظام

# تاریخ کتابت

از: \_\_\_\_\_ طاہر گوندل

## افسانہ حشرات

۱۴ ۵ ۰۱

شکر حق ہے کہ اب لہٰذا صبا  
غنچہ دل کھلا ہے مثل گلاب  
جام میں آج بعد مدت کے !

جلوہ فرما ہوتی ہے باوہ ناب

کنج میخانہ سے بحمد اللہ !

اُٹھ رہی ہے صدائے چنگ و باب

لو وہ شائع ہوا صحیفہ

چھپ گئی وہ کتاب عشق مآب



چشم ساقی نے دی ہے رندوں کو

آج اپنے جنوں کی پسلی کتاب

اس شرابِ دو آتشہ کا ندیم

اس خرابات میں نہیں ہے جواب

دے مُبارک مُعَسِّین کو طاہر

سانو فن کا یہی تو ہے مضراب



میں گریزاں ہوں شرمِ عصیاں سے

گوشہ چشم سے بلا لے مجھے

گر ہوں ناپاک بھی تو تیرا ہوں

دامنِ عفو میں چھپا لے مجھے

مُعِیَنَ نَظَاہِ

# صاحبِ ملفوظات

سراج الاولیاء حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

اُن کا سایہ اک تجلی، اُن کے نقشِ پا چرخ

وہ جدِ مگرزے، اُدھری وِشنی ہوتی گئی

بڑے صغیر پاک و ہند کے ظلمتِ کدے میں شمعِ اسلام کی جلوہ ریزیاں  
اور ضیا پاشیاں فی الحقیقت مشارحِ چشتِ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
ہی کے نفوسِ قدسیہ کی مریونِ مہنت ہیں۔ اس سلسلے میں دیگر سلاسل  
طریقیت کی قابلِ قدر مساعی سے بھی انکار نہیں، لیکن ————— یہ بھی  
ایک مسئلہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ ————— سلسلہ عالیہ چشتیہ ہشتیہ کے  
صرف ایک رکن یعنی سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت مُعین الدین حسن  
سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادی خدمات و دوسرے تمام سلسلوں  
کی اجتماعی تبلیغی کوششوں پر کہیں بھاری ہیں۔

۔ تیرا وجود، فخرِ نظامِ حیات ہے تو محض ایک فائز نہیں کاٹا ہے



حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باطنی نعمت، حضرت  
 خواجہ قطب الدین بختیار کالی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اور  
 سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کی وساطت سے  
 ہمارے صاحب ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو عطا ہوئی  
 زیر نظر کتاب آپ ہی کے ملفوظات ہیں۔ ملفوظات سے پہلے ہم اپنے  
 قارئین گرامی کو صاحب ملفوظات کی ذات اور خدمات سے متعارف  
 کرانا اپنا فرض منصبی گردانتے ہیں۔

آپ کا نام نامی محمود، عرف نصیر الدین اور لقب چراغ دہلی ہے۔ آپ کے  
 سن ولادت کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ  
 ۶۷۷ھ میں پیدا ہوئے، اور بعض کے نزدیک ۶۹۳ھ میں۔ آپ کے  
 والد ماجد کا نام شیخ یحییٰ اودھی تھا۔ جو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور اسی نسبت سے آپ کو ”فاروقی“ بھی  
 کہا جاتا ہے۔ آپ کو اس نسبت پر بہت ناز تھا اور فخریہ طور پر فرمایا  
 کرتے تھے کہ یہ فقیرِ روسیہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم کا خانہ زاد غلام ہے۔

یہ ناز ہے کہ۔ تری آرزو میں جیتے ہیں

یہ فخر ہے کہ۔ تری ذات سے تعلق ہے

آپ کے جدِ امجد شیخ عبد اللطیف بخارا سے لاہور تشریف لائے۔ آپ کے

والدِ محترم کی جائے ولادت لاہور ہے۔ آپ کے دادا کے انتقال کے بعد  
 آپ کے والد نے اودھ میں سکونت اختیار کر لی۔ نو برس کی عمر میں  
 آپ شفقت پوری سے محروم ہو گئے۔ اب دنیا میں بیوہ ماں اور دو  
 یتیم بہنوں کا سہارا صرف آپ ہی تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ نہایت  
 دیندار پرہیزگار اور عقلمند خاتون تھیں۔ خاوند کے انتقال کے بعد، اگرچہ انہوں  
 نے مکمل گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی لیکن کمسن بیٹے کی نگہداشت اور تعلیم و  
 تربیت کے سلسلے میں انہوں نے کبھی غفلت نہ برتی۔ انہوں نے حصولِ علم  
 کے لیے اپنے جگر گوشہ کو حضرت مولانا عبدالحکیم شیروانی جیسے جلیلِ عالم کے سپرد  
 کیا۔ جن سے آپ نے ہدایہ اور رہنمائی تک پڑھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال  
 ہو گیا۔ مُشفق و مہربان اُستاد کی وفات جس نے آپ کو نہ صرف دولتِ علم  
 سے بے دریغ مالا مال کیا بلکہ حقیقی باپ کا سایہ بھی دیا، آپ کے لیے بہت بُرا  
 سانحہ تھی، اس حادثہ نے آپ پر گہرا اثر کیا، تعلیم سے دل اُچاٹ ہو گیا اور  
 آپ اکثر پریشان و سرگرداں رہنے لگے۔ آخر اپنی والدہ کے اصرار پر  
 یگانہ روزگار عالمِ حضرت مولانا افتخار الدین گیلانیؒ کی خدمت میں حاضر  
 ہو کر دوبارہ تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ نے علومِ مرقیہ کی تکمیل انہی سے کی۔  
 اور سند فراغت و فضیلت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے پیرِ شہ  
 خواجہ محبوب الہی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا شمس الدین بکھئی سے تلمذ تھا، جن



کے علم و فضل کو آپ نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سَأَلْتُ الْعِلْمَ مِنْ أَحْيَاكَ حَقًّا

فَقَالَ الْعِلْمُ شَمْسُ الدِّينِ يَسْجُدُ

پچیس برس کی عمر میں آپ ظاہری علوم سے آراستہ و پیراستہ ہو چکے تھے،

پھر آپ نے سیرِ روانی الارض کے حکمِ ربانی کی تعمیل میں، سات برس سیر و

سیاحت میں گزار کر مشائخِ چشت کی یہ سنت موکدہ ادا کی۔ دورانِ سفر

پیش آنے والے گونا گوں واقعات اور حادثات و تجربات سے آپ کے

علم و فضل، فہم و فراست اور دانش و بصیرت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

طویل سیاحت سے سیر ہو کر — آپ باطنی علوم کی طرف

متوجہ ہوئے، کیونکہ ان کا حصول ہی تخلیقِ آدم کا سبب اور مقصد

ہے۔ آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

کی تفسیر میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ لِيَعْبُدُونِ سے مراد

لِيَعْرِفُونِ ہے۔ کیونکہ ذاتِ خداوندی کے کامل عرفان کے بغیر

اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ جب خواجہ نصیر الدین محمود کو

علمِ عرفان کی تلاش ہوئی تو انہیں اُس وقت کے عارفوں میں حضرت

خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الہی سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئے۔

حضرت محبوبِ الہی کی شہرت پر پرواز کا کر اطراف و اکنافِ عالم میں

پھیل چکی تھی۔ اور لاکھوں تشنگانِ حقیقت وہلی کے اس بے تاج بادشاہ کے مینخانہ معرفت سے سیراب ہو رہے تھے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ نے جا کر حضرت محبوب الہی سے بیعت کر لی اور شب و روز ان کی خدمت میں رہنے لگے۔

خیزا تا از در مینانہ کشاوے طلبیم  
بر در دوست شینیم و مرادے طلبیم

کثرتِ زہد و مجاہدہ کے تو آپ شروع ہی سے عادی تھے، اکثر و بیشتر روزے سے رہتے اور کئی کئی راتیں متواتر جاگ کر عبادت میں گزار دیتے تھے۔ پہلے تو ”زہد خشک“ تھا، مگر جب شیخ کامل کی نگاہِ ظلمت نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا تو آپ میں بے پناہ درد و سوز اور ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ آپ اپنے شیخ کی خدمت بھی بڑھ چڑھ کر کرنے لگے۔ آخر کار — بارگاہِ محبوب الہی میں آپ کی انتھک خدات نے شرفِ قبول حاصل کر لیا اور آپ دربارِ محبوبیت میں ایک خاص مقام پر فائز ہو گئے۔

سُلطانُ المشائخ حضرت محبوب الہی، کیلو گھڑی میں آپ رواں کے کنارے ایک بالا خانے پر مشغول بحق رہتے تھے۔ اس خلوتِ خاص میں آپ کے سوا اور کوئی خادم باریاب نہ ہو سکتا تھا۔ آپ ایک کونے میں



بیٹھے حضرت شیخ کے حکم کے منتظر رہتے، ایک دن حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے چند مرید حضرت محبوب الہی کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور رات وین قیام کیا۔ اُن میں سے ایک درویش نے علی الصبح نہانے کے لیے کپڑے اُتار کر ندی کے کنارے رکھے اور نہانے لگا۔ اتفاقاً کوئی اوباش ادھر سے گُزرا اور وہ کپڑے بغل میں دبا کر چلتا بنا۔

جب وہ درویش نہا چکا تو اپنے کپڑے موجود نہ پا کر دوا بیاچانے لگا۔ آپ نے محض اس خیال سے کہ — کہیں اس کا شور و غوغا میرے پیر کے استغراق و انہماک میں مغل نہ ہو، اپنے کپڑوں کا ایک جوڑا اسے دے دیا۔ حضرت شیخ نے بھی یہ واقعہ نورِ باطن سے معلوم کر لیا، انہیں آپ کی یہ اوابہت بھائی۔ انہوں نے اسی وقت آپ کو طلب کیا اور خلعت و خرقہ اور چار تہ کی گلاہ عنایت کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ خلافت کے بعد — آپ نے اپنے پیر بھائی اور دوست حضرت امیر خسرو کی معرفت خواجہ محبوب الہی سے عرض کی کہ مجھے کسی جنگل میں چلے جانے کی اجازت فرمائی جاتے تاکہ میں مخلوق کی آمد و رفت سے بے نیاز ہو کر دلجمعی اور سکون و اطمینان سے مشغول بحق ہو سکوں، حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا — ”نہیں اے محمود تمہیں یہیں لوگوں میں رہنا ہوگا اور یہ میرا حکم ہے کہ لوگوں کے اچھے بُرے سلوک سے متاثر نہ ہونے بغیر،

اُن کی اصلاح اور ہدایت میں کوشاں رہنا چنانچہ آپ نے آخری دم تک اپنے شیخ کے اس حکم کی تعمیل کی۔

جو لوگ صوفیائے کرام اور اہل الشریعہ رہبانیت کا الزام لگاتے ہیں وہ محض کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ لمحہ فکر یہ ہے قارئین گرامی کے لیے کہ۔۔۔ جو لوگ اس قسم کا حکم دیتے ہیں، اور جو اس قسم کا حکم مانتے ہیں کیا ان پر رہبانیت کا بہتان لگایا جاسکتا ہے۔؟

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی نے اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ چنانچہ اُن کی وفات کے بعد آپ اُن کے سجادہ پر بیٹھے۔ محدثین تعلق نے آپ کو طرح طرح سے پریشان کیا مگر آپ ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے اور بڑے خلوص اور تندرہی سے شب و روز سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہے۔

آپ کی ذات میں اپنے مُرشد کی بہت سی خوبیاں تھیں۔ سیر الاولیاء کے مصنف نے لکھا ہے کہ۔۔۔ ”جو خوشبو حضرت محبوب الہی کی مجلس میں آتی تھی ویسی ہی خوشبو حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی مجلس سے کاتبِ حروف کے مشامِ جان تک پہنچی ہے۔“ آپ کو اپنے شیخ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے پیر کی سُنّت کے احترام میں عمر بھر شادی نہیں کی۔ آپ ۲۸ برس ۳ ماہ اور ۲ دن قطبِ مدار کے



عہد سے پرفائز رہے اور پھر ترقی کر کے مرتبہ افراد میں پہنچ گئے اسی مقام میں  
۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ (۱۴ ستمبر ۱۹۳۷ء) بوقت چاشت آپ کا  
انتقال ہو گیا۔ مزار مبارک پرانی دلی سے جنوب کی طرف پانچ کوس کے فاصلے  
پر مرجع خواص و عوام ہے۔

وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ — بزرگان سلسلہ کے  
جتنے تبرکات بھی آپ کے پاس موجود ہیں وہ سب کے سب آپ کے ساتھ  
دفن کر دیے جائیں۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی۔

آپ کی وفات کے بعد — سلسلہ چشتیہ کی مرکزیت ختم ہو گئی۔ ملک کے  
طول و عرض میں چھوٹی چھوٹی بے شمار خود مختار خانقاہیں قائم ہو گئیں اور  
سلسلے کو ظاہری و باطنی لحاظ سے بے حد ضعف پہنچا۔ بعد میں حضرت کلیم اللہ  
جہان آبادی کے زمانہ میں تمام سلسلہ پھر سے ایک مرکز کے تابع ہو گیا۔  
آپ کے لقب ”چراغِ دہلی“ کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔  
پہلی یہ کہ — آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو یہ لقب عطا کیا تھا۔

دوسری یہ کہ — ایک دن شیخ عبداللہ یافعیؒ نے مکہ مکرمہ میں  
اہل مجلس سے فرمایا کہ حضرت محبوب الہی کا انتقال ہو گیا ہے اور اب  
اُن کی جگہ اُن کے مرید اور خلیفہ خواجہ نصیر الدین محمودؒ ”چراغِ دہلی“ ہیں۔  
تیسری یہ کہ — ایک دفعہ تیل ختم ہو جانے کی وجہ سے چراغ بجھنے

لگا تو آپ نے فرمایا اس میں پانی ڈال دو اس طرح آپ کی کرامت سے وہ  
چراغ پانی سے روشن رہا ۔

چوتھی یہ کہ — ایک بار رات کو آپ اپنے حجرے میں کچھ لکھ رہے  
تھے کہ چراغ کا تیل ختم ہو گیا اور وہ بجھ گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دیوار پر  
مارا۔ ہتھیلی اور پانچوں انگلیوں کے نشان جگمگانے لگے اور اتنی روشنی  
پھوٹی کہ سارا شہر منور ہو گیا ۔

آپ کے روحانی مدارج کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے باسانی کیا جاسکتا  
ہے ۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کو الہامِ غیبی سے معلوم ہوا کہ  
سلسلہ چشتیہ میں ایک ایسا شخص داخل ہوگا جس کی ذاتِ بابرکات تمام  
اہلِ سلسلہ کے لیے باعثِ نجات ہوگی، اس کی علامت یہ ہے کہ اس  
پر ایک خاص قسم کی استغرائی حالت طاری ہوگی اور اس کا خلیہ اس  
اس طرح کا ہوگا۔ آپ ایک عرصہ تک ایسے آدمی کی تلاش میں رہے مگر  
اپنی زندگی میں انہوں نے ایسا کوئی آدمی نہ دیکھا۔ آپ نے اپنے خلیفہ  
سلطان الہند خواجہ محمد بن الدین حسن اجمیری کو یہ وصیت کی کہ اگر تمہارے  
مریدوں میں اس قسم کا کوئی آدمی ہو تو اس سے تمام اہلِ سلسلہ کے حسنِ خاتمہ  
کی دعا کرائیں۔ آپ بھی زندگی بھر ایسے آدمی کو تلاش کرتے رہے مگر کامیابی

نہ ہوتی۔ یوں چلتے چلتے یہ وصیت حضرت محبوب الہی تک آپہنچی اور  
 آپ بڑی بے قراری سے ایسے آدمی کے منتظر رہنے لگے۔  
 ایک دن — حضرت چراغ دہلی کسی حوض کے کنارے، دونوں پاؤں  
 پانی میں لٹکاتے بیٹھے تھے کہ حضرت محبوب الہی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس  
 وقت حضرت چراغ دہلی پر ویسی ہی حالت طاری تھی جس کی خبر دی گئی تھی،  
 اور آپ میں وہ تمام علامات نظر آرہی تھیں جن کی بشارت دی گئی تھی حضرت  
 محبوب الہی نے دیکھا تو جذبہ شوق سے بے تاب ہو کر دوسرے کنارے  
 سے کپڑوں سمیت حوض میں کود گئے اور حضرت چراغ دہلی کے دونوں  
 پاؤں پکڑ لیے۔

اپنے پوچھا — ”کون؟“

حضرت نے جواب دیا — ”نظام“

اپنے کہا — ”نظام کا اس وقت کیا کام؟“

فرمایا — ”سلسلہ چشتیہ کو بخشوانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔“

اپنے کہا — ”جاؤ ہم نے بخش دیا۔“

پھر کچھ دیر بعد جب آپ اپنے شیخ کو پہچانا تو فوراً مودوب ہو گئے اور اپنی  
 بے خبری کی معذرت کی، حضرت نے فرمایا ”خدا کا شکر ہے کہ خواجگان  
 چشت کی جو روایت سینہ بہ سینہ آرہی تھی وہ میرے ہاتھوں پوری ہوئی۔“



آپ انتہائی نرم مزاج، مہربان، خلیق و شفیق، حلیم و کریم اور سرایا مہر و محبت تھے۔ صبح سے شام تک ہزاروں لوگ اُن کے پاس حاضر ہوتے رہتے اپنے دکھ درد بیان کرتے، آپ اُن کے زخموں پر مرہم رکھتے اور اُن کی تکلیفوں، پریشانیوں اور غموں کی وجہ سے خود غموں میں مبتلا رہتے تھے۔۔۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم ایسے

سارے جہاں کا درد ہمارے حکم میں ہے

یہی وجہ ہے کہ وہ خود مجتہد درد و سوز بن گئے تھے۔ آپ کی باتوں سے بھی غمزدگی اور سوز و گداز کا سراغ ملتا ہے۔ پروفیسر محمد حبیب صاحب (علی گڑھ) کے بقول ”آپ کے ملفوظات کو پڑھتے وقت بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ کے ایک ایک حرف میں درد کی کیفیت پنہاں ہے، جہاں بظاہر شیخ کی آنکھوں میں آنسو نہیں معلوم ہوتے وہاں بھی اُن کے الفاظ غم اور تاثیر میں ایسے ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں کہ پڑھنے والے کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو ڈبڈباتے ہیں۔“

(تاریخ مشائخ چشت موافق علامہ خلیق احمد نظامی ص ۱۸۳ تا ۱۸۴)

آپ کے اخلاق و کردار کی بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے صرف ایک واقعہ ہی بیان کر دینا کافی ہے۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد آپ جماعت خانہ سے حجرہ خالص میں تشریف لے گئے دربان وغیرہ تو ہوتا ہی نہیں تھا خادم

خاص آپ کے بھانجے اور خلیفہ شیخ زین الدین علی تھے جو غلوت کے وقت کبھی  
 موجود ہوتے اور کبھی نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت وہ حاضر نہیں تھے۔  
 اچانک تُراب نامی ایک بد معاش حجرے میں آکر آپ کے جسم مبارک پر چاقو سے  
 پے در پے وار کرنے لگا۔ آپ جائے نماز پر بیٹھے حالت استغراق میں تھے اس  
 لیے نہ تو آپ نے کوئی مزاحمت کی اور نہ ہی اپنا بچاؤ کیا۔ خون حجرے کی نالی  
 سے باہر نکلنا شروع ہوا تو چند خادم اسے دیکھ کر اندر آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ  
 تُراب بڑی سفاکی سے وار کر رہا ہے، آپ کا خون چل رہا ہے اور بالکل خاموش  
 بیٹھے ہیں۔ انہوں نے تُراب کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دینا چاہتے تھے، کہ  
 حضرت نے منع فرما دیا، اور اپنے خلفاء قاضی عبدالمقدر تھانیسری، شیخ  
 صدر الدین طبیب اور شیخ زین الدین علی کو بلا کر حکم دیا کہ — تُراب کو  
 کوئی ضرر نہ پہنچے۔ پھر آپ نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور بیس تنکے  
 دیے اور فرمایا کہ چاقو مارنے میں تمہارے ہاتھ کو جو تکلیف اٹھانی پڑی یہ اس  
 کا بدلہ ہے۔

واہ کیا حلم ہے اپنا کہ جب گھر گڑے ہوا

پھر بھی ایذائے ستمگر کے رواں نہیں

آپ کے جسم پر بارہ گہرے زخم تھے۔ کافی خون نکل جانے کی وجہ سے آپ  
 بہت عرصہ تندرست نہ ہو سکے۔ آپ سماع کا بہت ذوق رکھتے

تھے اور دورانِ سماع اکثر آپ پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔  
 آپ کے بہت سے خلفائے مکران میں چند خلیفے بہت مشہور ہوئے  
 اور انہوں نے سلسلہ چشتیہ کی بے حد خدمت کی ان کے نام یہ ہیں :-  
 (۱) حضرت شیخ کمال الدین علامہ، یہ آپ کے بھانجے تھے۔ ہمارا سلسلہ  
 چشتیہ انہی سے آگے چلا۔

(۲) حضرت شیخ زین الدین علی، یہ بھی آپ کے بھانجے تھے۔ آپ کی ذاتی  
 خدمت انہی کے ذمہ تھی۔  
 (۳) سید محمد گیسو دراز، آپ نے بنگالہ میں خانقاہ قائم کی اور تبلیغ  
 و ہدایت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۴) خواجہ محمد مساوی، (۵) خواجہ صدر الدین طبیب دولہا، (۶) حضرت  
 سید جلال الدین مخدوم جہانیاں، (۷) خواجہ معین الدین خورو، آپ  
 حضرت اجمیری کی اولاد میں سے تھے، (۸) حضرت بدر الدین عزیزی،  
 (۹) شیخ سراج الدین، آپ حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کے صاحبزادے  
 تھے۔ علم و فضل میں بیکتاے روزگار تھے۔ شاعری کا بہت اچھا ذوق تھا  
 آپ کا ایک مقطع بہت مشہور ہے :-

بارِ دیگر ہم ہی گوید سراج  
 قبلہ مانیت الاروتے دوست



ہمارا سلسلہ انہی سے آگے چلا ۔

(۱۰) خواجہ علاؤ الدین اودھی، آپ حضرت چراغ دہلی کے ہم وطن تھے،  
وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کا ایک سی سالہ مامقیاں مشہور ہے۔  
(۱۱) قاضی عبدالمقدر تھانیسری، آپ اکثر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہا  
کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے حال پر خصوصی شفقت فرماتے  
تھے۔

آپ کے ملفوظات کی دو کتابیں ملتی ہیں ۔

۱، خیر المجالس : یہ آپ کے پر بھائی خواجہ حمید شاعر قلندر کی لکھی  
ہوئی ہے۔ اس میں ایک سو مجالس ہیں۔ اس کی زبان سلیس فارسی ہے۔  
۲، مفتاح العاشقین : یہ دس مجالس پر مشتمل ایک مختصر سافاری  
کتابچہ ہے۔ مرتب کا نام ”محبت اللہ“ ہے۔ کوشش بسیار کے باوجود ان  
کے احوال کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یہ کتاب اسی کا اردو ترجمہ ہے۔  
میں نے ترجمہ کرتے وقت انتہائی کوشش کی ہے کہ

○ — نفس مضمون میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ ہونے پائے ۔

○ — مفہوم صحیح واضح ہو۔ اور زبان سادہ سے سادہ ہو ۔

لیکن اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ۔  
ویسے بھی مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کا کیا ہوا ترجمہ کچھ ایسا معیاری تو نہیں ہو سکتا

کہ اس میں کسی لفظی یا معنوی غلطی کے وجود کا امکان ہی نہ ہو۔ بہر حال میں اپنی  
ان غلطیوں پر جو مجھ سے یقیناً نادانستگی میں سرزد ہوئی ہیں معذرت خواہ  
ہوں :-

اظہارِ شکر :-

میں ————— حضرت محمود رسیدی، جناب طاہر گوندل،  
اسلم ندیم صاحب، مولانا عبدالعزیز چشتی، حافظ بشیر احمد سدیدی  
محمد نصر اللہ جوڑہ اور برادر عزیز شعیب شاہد کا ممنون ہوں کہ ان حضرات  
نے مجھ سے تعاون کیا :-

مُعینِ نظامی

دانشکدہ ————— مکتب آباد

ضلع سرگودھا

# بعد از خدا بزرگتر کی قصہ مختصر

تو ایک شاہکارِ فقید المثال ہے

جب تک خدا ہے، تیرا ہی عہدِ حال ہے

دنیا نے آب و گل کو تمہارے وجود نے

عظمت وہ بخش دی کہ خود اپنی مثال ہے

جس طرح کوئی ہمسرِ خالق نہیں کہیں!

ایسے ہی تیری مشل کا ہر نامحال ہے

روشن ہے جس کے نور سے میرا بھان دل

اے خاورِ کرشمہ وہ تیرا خیال ہے

اُن کو نویدِ اذہب و اوجہ پائے تھے خون کے

عفو و کرم کا تیرے یہ ادنیٰ کمال ہے

ہم نے بھلا دیا ترا پینامِ سرمدی

ہم پر اسی لیے یہ عذاب و وبال ہے

جب تو رسولِ پاک کی امت ہے معین

پھر تیرے دل میں کس لیے خوفِ نال ہے



## مجلسِ اقل

دولتِ قدسِ موسیٰ حاصل ہوئی۔ مولانا محمد مساوی، مولانا منہاج الدین،  
مولانا بدر الدین اور دیگر عزیزان حاضر خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ”راہِ سلوک میں ”پیر“ اسے کہتے ہیں جسے مُربد  
کے دل و دماغ پر مکمل تصرف حاصل ہو، وہ اس کی ظاہری و باطنی مشکلات  
کو دور اور اس کے آئینہ دل کو آلائشوں سے صاف کر سکے۔ جو شخص ایسا  
کر سکے اور جس نے ایسا کیا ہو، درحقیقت صرف وہی پیرِ طریقت کہلانے  
کے قابل ہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”مُربد صادق وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پیر دکھائے وہ  
دیکھے، جو کہے وہ کرے اور ہر وقت یہ تصور کرے کہ شیخ اس کے  
جملہ احوال سے مطلع ہے۔ اور اس کے پاس موجود ہے۔“

دل میں پیدا ہونے والا ہر اچھا یا بُرا خیال اپنے شیخ کے حضور عرض  
کر دینا چاہیے تاکہ وہ اس میں پیدا ہونے والے باطنی نقائص اور روحانی  
خطرات کو دور کر کے اُس کی صحیح تربیت کر سکے۔ جس کے دل میں  
خدا نخواستہ اپنے شیخ کے منشا کے خلاف کچھ بھی ہوا وہ مُربد نہیں۔“

پھر فرمایا ————— ”جب میں پہلے پہل حضرت سلطان الاولیاءؒ خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک دن محفل میں مریدی کی بات چل نکلی۔ حضرت نے فرمایا مریدوں کو یوں ہونا چاہیے جیسے عزیز مولانا نصیر الدین محمودؒ باصلاحیت ہیں۔“

پھر فرمایا ————— ”مونس العاشقین میں ہے کہ مریدی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رسمی اور دوسری حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے کہ جسے پیر حکم دے کہ تو ہر دیکھی ہوئی چیز کو ایسی دیکھی اور ہر سنی ہوئی بات کو ان سنی سمجھ، اور مذہب سنت و جماعت پر قائم رہ۔ اور حقیقی مرید اُسے کہنے ہیں، کہ شیخ اُسے تلقین کرے کہ تو غر و حضر میں میرا ہم صحبت ہو گا اور میں ہر وقت تیرے ساتھ ہوں گا۔“

پھر فرمایا ————— ”مرید حقیقی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ وہ یہ تین غسل کرے، تاکہ اُسے مرید حقیقی کہا جاسکے۔ ایک غسل شریعت، دوسرا غسل طریقت اور تیسرا غسل حقیقت۔ غسل شریعت، اپنے جسم کو جنابت سے پاک کرنا، غسل طریقت سے مراد تجرُّد کا اختیار کرنا، اور غسل حقیقت، صدقِ دل سے توبہ کرنے کا نام ہے۔“

پھر فرمایا ————— ”مرید حقیقی کی ایک اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ پیر کے اس پر فوراً ایمان لاتے اور اس میں ذرہ بھر بھی شک نہ کرے۔ چونکہ

شیخ کامل اپنے مرید کو سنوارتا ہے، اس لیے وہ جو کچھ بھی کہے گا مرید کی بہتری، اس کے فائدے اور اُسے درجہ کمال تک پہنچانے ہی کیلئے کہے گا۔

پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ — ”ایک آدمی شیخ شبلی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مرید بننے کی درخواست کی۔ شیخ شبلی نے کہا ”میں تمہاری بات مان لیتا ہوں، کیا تم بھی میری بات مان لو گے؟“ اس شخص نے کہا ”جی ہر و چشم! آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گا۔“ شیخ نے اس سے دریافت کیا ”تم کلمہ کیسے پڑھتے ہو؟“ اس نے کہا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ شیخ نے کہا ”اچھا اب ذرا یوں پڑھو لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ“ وہ چونکہ ارادت و خلوص میں صادق تھا اس لیے اس نے فوراً تعمیل کی۔ بعد میں خواجہ شبلی نے کہا ”اے عزیز! شبلی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کترین غلاموں میں سے ایک ہے، رسول خدا وہی ہیں میں نے تو فقط تیسری ارادت و عقیدت کا امتحان

۱۰ عارف شبیر از رحمتہ اللہ علیہ نے کتنے دلنشین انداز میں کہا ہے کہ۔۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیرمغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ در رسم منزلہا



لیا ہے۔

پھر روئے سخن ”سجدہ“ کی طرف مڑ گیا آپ نے فرمایا۔۔۔ ”غیر خدا کو  
سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے مَنْ سَجَدَ لِغَيْرِ  
اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ، جس نے غیر خدا کو سجدہ کیا وہ کافر ہو گیا۔  
لیکن۔۔۔ گزشتہ امتوں کے لیے ماں، باپ، استاد، مُرشد  
اور بادشاہ کو سجدہ کرنا مستحب تھا۔“



خود پہ جب اپنا انکشاف ہوا      پھر کسی سے نہ اختلاف ہوا  
دل بھی اقرار ”لا الہ“ کرے      جب زباں سے یہ اعتراف ہوا  
جامِ توحید پی لیا ہے حسین       
بُت پرستی سے انحراف ہوا



## جلسہ دوم

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا کمال الدین علامہ، مولانا  
 بدر الدین اور دیگر یارانِ طریقت حاضر خدمت تھے۔  
 آپ نے فرمایا۔ ”بہتر اور افضل توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے  
 بعد پھر انسان گناہ کے نزدیک بھی نہ جاتے تاکہ اس کی توبہ صحیح اور مقبول  
 ہو، اگر ایسی توبہ نہیں تو وہ کامل توبہ نہیں ہے۔“  
 پھر فرمایا۔ ”راہِ سلوک میں صحیح توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والا  
 ہاتھ میں مٹی لے تو وہ بھی سونا بن جاتے۔ جب حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض  
 رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تو لوگوں کو لوٹ مار کا سامان واپس کر کے اُن سے  
 معافی کے طالب ہوئے۔ آپ نے ایک یہودی کی بہتیری منت  
 سماجست کی، مگر وہ کسی طرح بھی معافی دینے پر تیار نہ ہوتا تھا۔ آخر اس  
 نے کہا کہ آپ اپنے پاؤں کے نیچے کی مٹی مجھے اٹھا دیجیے۔ آپ نے مٹھی بھر

لے: آپ حضرت صاحبِ ملفوظات کے خواہر زادہ اور خلیفہ عظیم تھے، ہمارا

سلسلہ چشتیہ آپ ہی سے آگے چلا۔

مٹی اُسے اٹھا دی۔ یہودی نے دیکھا تو وہ خالص سونا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے کہا — ”توریت میں صدقِ دل سے توبہ کرنے والوں کی یہی نشانی درج ہے کہ وہ مٹی ہاتھ میں لیں تو وہ سونا بن جاتی ہے۔“

پھر فرمایا — ”میں نے حضرت محبوبِ الہی کی زبان گوہر افشاں سے سنا ہے کہ توبہ کی چھ<sup>۴</sup> قسمیں ہیں۔ ایک توبہ زبان کی، دوسری آنکھ کی، تیسری کان کی، چوتھی ہاتھ کی، پانچویں پاؤں کی اور چھٹی نفس کی توبہ ہے۔ زبان کی توبہ تو یہ ہے کہ آدمی اسے جھوٹ، گلہ اور بیہودہ گوئی سے آلودہ نہ ہونے دے اور وضو کر کے دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ادا کرے پھر تبدیلہ رو ہو کر یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میری زبان کو کامل توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنے ذکر کے علاوہ ہر بات میری زبان سے دور فرما!“

پھر فرمایا — ”میں نے حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کے رسالے میں دیکھا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی ہے تو انسان کے ہفت اندام زبان کے آگے فریاد کرتے ہیں کہ اے زبان! اگر تم نے اپنی حفاظت

۱۔ متن میں توبہ کی صرف ایک قسم ہی کی تشریح ہے۔





پھر فرمایا — ”ہر ایک کو آج کی فرصت غنیمت سمجھنی چاہیے  
 اللہ بہتر جانتا ہے کہ کل اسے فرصت میسر آئے یا نہ!“  
 یہ گفتگو ختم کر کے آپ حجرہ میں مشغول بحق ہوئے۔ میں اور  
 دوسرے لوگ واپس آگئے۔

رعنائیوں کا ایک جہاں ہے ترا وجود  
 روح گل و سمن تر پے پیکر میں ڈھل گئی  
 باقی ابھی ہے عہد جوانی مگر مُعین  
 جی بھر گیا گناہ سے حسرت نکل گئی





عشار سے وقت تہجد، تہجد سے صبح کاذب اور صبح کاذب سے صبح صادق تک۔

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ میں نے ”محبوب العاشقین“ میں پڑھا ہے کہ ”مشتغل فارغ“ اُسے کہتے ہیں جس کے ظاہر و باطن دونوں مشغول بحق ہوں۔ اور وہ غیر خدا کی یاد سے فارغ ہو۔  
(یہاں ہندی کا ایک شعر درج ہے۔)

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ شیخ الاسلام خواجہ ابو یوسف چشتی اپنے رسالے میں فرماتے ہیں کہ دل کی صفائی کے لیے پانچ چیزوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایک مسواک، دوسری تلاوت کلام پاک، اگر زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم سورۃ اخلاص کی بلاناغہ تلاوت، تیسرا روزہ اگر زیادہ نہیں تو ایامِ بغض کے روزے ضرور رکھے، چوتھا قبلہ رو نشست اور پانچواں ہر وقت با وضو رہنا۔

بعد ازاں۔۔۔۔۔ عالم کے متعلق گفتگو شروع ہوتی کہ ”چهار عالم“ کیسے کہتے ہیں۔؟ حضرت خواجہ نے فرمایا۔۔۔۔۔ راہ سلوک میں جو ان ”چهار عالم“ سے واقف نہیں وہ درویش نہیں۔ لوگ اسے

۱۰ برمیری ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخیں ایامِ بغض کہلاتی ہیں

جھوٹ موٹ درویش کہتے ہیں۔ ایسا آدمی تو خرقہ پہننے کا حقدار بھی نہیں ہے۔

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے رسالے ”اوراد“ میں لکھا ہے کہ ان چہار عالم میں سے ایک عالم ناسوت، دوسرا عالم ملکوت، تیسرا عالم جبروت اور چوتھا عالم لاہوت ہے۔“

پھر آپ نے ہر ایک کی تشریح فرمائی کہ۔۔۔۔۔ عالم ناسوت، عالم حیوانات ہے اس کا تعلق حواسِ خمسہ سے ہے۔ جیسے کھانا، پینا، سو گھنا، دکھنا اور سُبنا۔ جب سالک ریاضت و مجاہدہ کے بعد اس عالم سے گزر جاتا ہے تو وہ دوسرے عالم ملکوت میں پہنچ جاتا ہے یہ فرشتوں کا عالم ہے۔ اس کا کام تسبیح و تہلیل اور قیام و رکوع و سجود ہے۔ اس مقام سے گزرنے کے بعد سالک عالم جبروت میں پہنچتا ہے، اسے عالم روح بھی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق صفاتِ حسنہ سے ہے، جیسے ذوق و شوق، محبت و اشتیاق، طلب و وجد، سکرو سہوا اور مجد و محو وغیرہ۔ جب سالک ان تمام صفات سے مُتَّصِف ہو جاتا ہے تو وہ عالم لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ عالم بے نشان ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک کا تعلق اپنی ذات سے بھی کٹ

جانا ہے۔ اور یہی لامکان ہے۔ یہاں نہ گفتگو ہے اور نہ ہی جستجو جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

”إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ عالمِ ناسوت صفتِ نفس، عالمِ ملکوت صفتِ قلب، عالمِ جبروت صفتِ روح اور عالمِ لاہوت نظرِ رحمان کی صفت ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ صفات ہیں، نفس کی صفت، اس کا دنیا کی طرف میلان ہے، جو جائے شیطان ہے۔ دل کی صفت، بہشتِ جاودان کی خواہش شدید اور روح کی صفت طلبِ رحمان اور طلبِ اسرارِ نہاں ہے جس نے نفس کی اطاعت کی اس کا ٹھکانا جہنم، جس نے دل کی قدر کی اس کی جگہ بہشت، اور جس نے روح کی تقلید کی اس کا مقام قُربِ خدا ہے۔ پھر آپ نے حضرت شہابُ الدین سہروردی کی یہ رباعی پڑھی۔۔

گم در رہ تن روی، مہتیا نارس است  
ور در رہ دل روی، بہشت دار است

ور در رہ جان روی، جانِ خواہی  
قصہ حکیم کہ حالِ ست، دیدار است

اس کے بعد آپ نماز پڑھنے لگ گئے۔ اور میں دوسرے لوگوں کے ہمراہ واپس آ گیا۔۔



## مجلس چہارم

دولت قد مبوسی حاصل ہوئی۔ مولانا بدر الدین، مولانا منہاج الدین،  
میراں سید محمد اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔  
اپنے فرمایا۔ ”طالب حقیقی کو جان لینا چاہیے کہ زندگی وہی  
ہے جو یادِ خدا میں کٹے ورنہ موت“

پھر فرمایا۔ ”خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم  
نے فرمایا ”کل نفس یخرج بغیر اللہ فہو میت“ یعنی  
ساک کا ہر سانس جو ذکرِ حبیب کے بغیر گزرا موت ہے چنانچہ  
ایک بزرگ فرماتے ہیں ”۔“

زندگانی نتوان گفت جیاتے کہ مر است

زندہ آنست کہ با دوست جیاتے دارد

پھر فرمایا۔ ”جب یہ بات معلوم ہو گئی ہے تو سالک کو

چاہیے کہ یادِ حق سے کبھی غافل نہ ہو۔ جہاں کہیں بھی ہو، اس کی  
یاد اور اس کے تصور کو دل و دماغ میں بساتے ہوئے ہو۔ جیسا کہ  
خود حکمِ خداوندی ہے کہ ”فاذکر اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ“

جنوبہم۔ یعنی اللہ کو ہر حالت میں یاد کرو، خواہ کھڑے یا بیٹھے ہو یا لیٹے ہو اُسی کا ذکر کرتے رہو۔ پس رات دن اسی کی یاد میں رہو اور اس کی یاد کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ گزارو۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

خوش وقت آن کسان کہ ہمہ روز تا بہ شب  
تسبیح و درِ شان ہمہ دست و دست دوست

پھر فرمایا۔ ”یادِ خدا دائم الفرض ہے۔ اور دائم الفرض سے مراد یہ ہے کہ سالک کا کوئی سا اہل بھی ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بغیر نہ آئے۔ حدیث پاک میں ہے۔  
”من لم یؤد الفرض الدائم لن یقبل اللہ فرض الوقت“  
یعنی جو فرض دائم ادا نہیں کرتا اللہ اس کا فرض وقتی بھی قبول نہیں فرماتا۔ فرض وقتی یہ چار ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر، فرض دائم ہے۔ پس سالک کو اس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتی فرماتے ہیں۔

مزن بے یاد مولا یک نفس را  
اگر در صومعہ یاد کنشستی

پس سالک کو چاہیے کہ ہر سانس لیتے وقت ذکر ہو۔ تاکہ اس ذکرِ دوام سے اصلاحِ قلب ہو۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: ”لَکَلَّ شَیْءٌ مَّصْقَلَةٌ وَمَصْقَلَةُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللَّهِ تَعَالٰی“ یعنی ہر چیز کو جلا دینے والی چیز بھی ہوتی ہے اور دل کو جلا دینے والی چیز۔۔۔۔۔ ذکرِ خدا ہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”کئی درویشوں کی زبان سالک اور دل مشغول بحق ہوتا ہے۔ میں نے حضرت خواجہ محبوب الہی کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ۔۔۔۔۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں، ایک خفی اور دوسری جلی۔ سالک کو ابتداً ذکرِ جلی میں مشغول ہونا چاہیے اور پھر خفی میں۔ ذکرِ جلی، ذکرِ زبان کو کہتے ہیں۔ اسے اپنا معمول بنالینا چاہیے تاکہ اس کی کثرت سے ذکرِ خفی حاصل ہو جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ پہلے تین بار لا الہ الا اللہ، چوتھی بار محمد رسول اللہ، پانچویں بار لا الہ الا اللہ، چھٹی بار محمد رسول اللہ، ساتویں بار لا الہ الا اللہ، اور آٹھویں بار محمد رسول اللہ کہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ دورانِ ذکر اپنے ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھے اور سر کو بائیں طرف سے دائیں جانب کو حرکت دے۔



اور ساتھ ہی ساتھ یہ تصور کر لے کہ جو کچھ خدا کے سوا دل میں ہے  
اُسے نکال باہر کیا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔۔۔  
تا بجا روپ "لا اِلهَ اِلاّہ" راہ  
نہی در سرانے "اِلاّ اللہ"

پھر — سر کو دائیں سے بائیں طرف لے جائے اور لا الہ الا اللہ کہے۔ یہ کہتے وقت خیال کرے کہ اللہ جل و علا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے بعد اسم ”اللہ“ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ (دل سے) اللہ اللہ کی آواز اپنے کانوں سے سُننے تک اس ذکر پر مداومت کرے۔ ذکرِ خفی کا طریقہ یہ ہے جیسا کہ شیخ الشیوخ خواجہ فرید الدین گنج شکر کا فرمان ہے کہ ایک ساعت سانس روکے، جتنا آسانی سے روک سکے اور دل ہی دل میں ذکر کرے اس سے دل کی کدورتیں صاف ہو جاتی ہیں۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ یہ راستہ (سلوک) کم کھانے اور رات کو  
بیدار رہنے کا ہے۔ اگر پیٹر ہو تو خشک رومی کھائے۔  
بندہ نے دریافت کیا کہ کتنا کھانا چاہیے۔؟  
اپنے فرمایا۔۔۔۔۔ ”حدیث شریف میں آیا ہے ”میں بھی



Marfat.com



پیدا فرمادیتا ہے۔ اور وہ ان کے مشاہدے سے قدرت الہی کا نظارہ کرتا ہے۔ وہ دریائے معرفت میں غواضی کرتا ہے، جتنا اس کی قسمت میں ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس سعادت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھتے۔“

پھر آپ نے حضرت سلطان المشائخ کے یہ اشعار پڑھے:-

(یہاں دو شعر درج ہیں)

اس کے بعد حضور بندہ نواز حجرہ میں مشغول بحق ہوئے، اور میں دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آگیا۔



روح القدس سے پوچھ کہ بشریتِ حضور  
کتنی لطیف تر ہے فرشتوں کے نور سے

## مجلس پنجم

دولت پاتے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا محمد مسعودی، مولانا  
منہاج الدین، مولانا بدرالدین اور کئی دوسرے لوگ حاضر خدمت  
تھے۔

آپ نے فرمایا۔ ”صحیح وقت میں ادا کی گئی نماز کے فضائل  
و فوائد بیان نہیں کیے جاسکتے۔ میں نے ”صلوٰۃ مسعودی“ میں  
حضرت امام باقر کی روایت سے دیکھا ہے کہ نماز ٹھیک وقت پر  
ادا کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ وقت مکروہ شروع ہو جائے۔ ایسے  
وقت میں ادا کی گئی نماز باطل ہوگی۔“

پھر فرمایا۔ ”حجۃ المسلمین“ میں لکھا ہے کہ صحیح وقت پر ادا  
کی گئی نماز ہی معتبر و مقبول ہے۔ فرض نماز کے اوقات یہ ہیں۔  
فجر، صبح صادق سے طلوع آفتاب تک، ظہر، سورج ڈھلنے کے  
بعد اصلی سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ دوچند ہونے تک، عصر،  
ظہر کا وقت ختم ہونے سے غروب آفتاب تک، اور مغرب، عصر کا  
وقت ختم ہونے سے سُرخ کے پیدا ہونے والی سفیدی کے ختم ہونے

تک ہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک  
مغرب کا وقت صرف اتنا ہے کہ وضو کر کے پانچ رکعت نماز ادا  
کر لے۔ اور عشاء کا وقت مغرب کے وقت کے ختم ہونے سے  
صبح صادق تک ہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”میں نے حضرت خواجہ شیخ الاسلام نظام الدین  
اولیاء کی زبان سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنی زندگی مبارک میں جو نمازیں ادا کی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک  
قسم کا تعلق وقت سے، دوسری کا سبب اور تیسری کا نہ وقت  
سے اور نہ ہی سبب سے ہے۔ وقت سے متعلق نمازوں میں  
سے ہر روز ادا کی جانے والی نمازیں یہ ہیں: پانچ فرض اور تین  
نفل، ایک نماز چاشت، دوسری آٹھ رکعت اوابین، اگر آٹھ  
رکعت نہ پڑھ سکے تو دو دو رکعت کر کے چھ رکعت ادا کرے،  
تیسری ہر وہ نماز جو حضور نے ادا کی۔ سال میں ادا کی جانے والی  
نمازیں چار ہیں۔ دو نماز عیدین، ایک نماز تراویح اور ایک نماز  
شبِ برات۔ ان کا تعلق بھی وقت سے ہے۔ سبب سے تعلق  
رکھنے والی نمازیں دو ہیں۔ ایک نماز استسقا اور دوسری نماز کسوف





وَزِدْ مَسْرِفَتَنَا وَحَالَاتَنَا وَزِدْ حَوْلَنَا وَزِدْ عِلْمَنَا وَزِدْ حِلْمَنَا  
وَزِدْ قُوَّتَنَا بِحُرْمَةِ جَمِيعِ حُرُوفِ الْقُرْآنِ وَبِحُرْمَةِ  
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ ۞ اس وقت کو غنیمت سمجھے اور طلوع آفتاب تک  
مشغول رہے۔ اس کے بعد نمازِ اشراق پڑھے اور پھر مشغول بحق ہو۔  
پھر جب نمازِ چاشت کا وقت ہو جائے تو چار چار رکعت کر کے  
بارہ رکعت ادا کرے۔ پہلی چار رکعتوں میں بالترتیب اِنَّا وَحَيْنَا  
اِنَّا ارْسَلْنَا، اِنَّا انْزَلْنَا، اِنَّا اعْطَيْنَا، دوسری چار رکعتوں میں  
بالترتیب وَالشَّمْسُ، وَاللَّيْلُ، وَالضُّحَىٰ اور اَلْمُنْشَرُخُ،  
اور تیسری چار رکعتوں میں بالترتیب چاروں قُلْ پڑھے۔ پھر  
زوال کے وقت، جب سایہ معمولی ڈھل جائے تو چار رکعت  
فِي الزَّوَالِ ادا کرے اور ظہر کی چار رکعتوں میں بالترتیب چار  
قُلْ پڑھے۔

پھر فرمایا ————— ”حجۃ الاسلام“ میں لکھا ہے کہ جو کوئی عصر  
کے بعد پانچ بار سورۃ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ پڑھے گا وہ خدا کی محبت  
میں اسیر ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا ————— ”شیخ الاسلام خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ

سے نقل ہے کہ مغرب کے بعد بیس رکعت ادا بین ادا کرے  
 اور ان میں جو سورۃ جانتا ہے پڑھے اور پھر سربسجد ہو کر یہ دعا  
 کرے۔ ”اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي تَوْبَةً تَوْجِبُ مَحَبَّتَكَ  
 فِي قَلْبِي يَا مُجِيبَ التَّوَابِينَ“ پھر دو رکعت حفظ الایمان پڑھے  
 پہلی رکعت میں سات بار سورۃ اخلاص، ایک بار سورۃ ناس اور  
 ایک بار سورۃ فلک اور دوسری رکعت میں بھی یہی پڑھے۔ پھر سجدے  
 میں یہ دعائیں بار کرے ”یا حَيُّ یا قَيُّوْمُ ثَبِّتْنِي عَلٰی الْاِيْمَانِ“  
 اللہ تعالیٰ اُسے لازوال دولت ایمان سے مالا مال کرے گا۔  
 پھر فرمایا۔۔۔۔۔ میں نے ”اسرار الاولیاء“ میں پڑھا ہے کہ  
 عشاء کی نماز کے بعد، جو کوئی دو رکعت برائے روشنائی چشم پڑھے  
 گا اس کی قوت بصارت کی تیزی کا یہ عالم ہوگا کہ اُسے دن میں آسمان  
 پر تارے نظر آئیں گے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین بار سورۃ  
 اِنَّا اعطینک پڑھے اور سربسجد ہو کر یہ دعا مانگے ”اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي  
 بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَادِعَ“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ میں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ  
 کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آدھی آدھی رات کو اٹھ کر وضو کیا کرے  
 اور دو رکعت ”صلوۃ العاشقین“ کا معمول بنالے۔ ہر رکعت میں سورہ



فاتحہ کے بعد سو بار اللہ اللہ کہے اور پھر ذکرِ نفی و جلی میں مشغول ہو جائے۔ اس کے بعد چار چار رکعت کر کے بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار آیتہ الکرسی، دوسری رکعت میں پانچ بار سورہ اخلاص، تیسری رکعت میں تین بار آمین الرسول اور چوتھی رکعت میں تین بار اخلاص پڑھ کر یوں دست بردار ہو۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم یا مُسْتَبِیْ الْأَسْبَابِ وَیا مُفْتِحِ الْأَبْوَابِ وَیا مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ وَیا بَصَّارِ وَیا دَلِیلَ الْمُتَحَرِّیْنَ أَرْشِدْنِیْ وَیا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ تَوَكَّلْتُ عَلَیْكَ یَا رَبِّ وَاقْضِ مِنْ أَمْرِیْ إِلَیْكَ یَا رَبِّ أَرْجُوكَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَایَّاكَ نَسْتَعِیْنُ بِرَحْمَتِكَ یَا أَرْحَمَ الرَّحِیْمِ"

پھر فرمایا ————— "شب بیداری میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ رات کے پہلے چھتے میں بیدار رہتے ہیں، اور بعض آخری چھتے میں، اور بہترین طریقہ یہی ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہ کا معمول تھا کہ آپ نصف شب کو بیدار ہوتے، مولانا مؤذن حاضر ہوتے ان کی اقتدا میں نمازِ عشا ادا کرتے اور پھر صبح صادق تک بیدار رہتے۔ یہ تمام

وقت آپ تلاوت، نماز اور ذکر کرمیں گزارتے تھے۔“  
پھر فرمایا ————— ”مشاریح سلف نے اس قسم کی جانگداز  
ریاضتیں کی ہیں تب جا کر کہیں مقام قرب حاصل کیا ہے۔ اگرچہ  
ان پر اللہ کا خاص کرم تھا مگر وہ پھر بھی ایسا اجتہاد کرتے تھے۔  
گرچہ ایندود ہدایت دیں      بندہ را اجتہاد باید کرد  
نامہ کان بحشر خواہی خواند      ہم از نیجا سواد باید کرد  
اس کے بعد ————— آپ نماز میں مصروف ہو گئے۔ یہی  
انبوہ خلائی کے ساتھ واپس آ گیا۔

اپنے عیبوں کی طرح، اپنی بُرائی کی طرح  
اپنی اچھائی کو لوگوں سے چھپایا جائے

اس میں غور کو بھی کبھی جھانک لیا جائے معین  
دوسروں کو ہی نہ آئینہ دکھایا جائے

## (۶) مجلس ششم

سعادتِ قدم یوسی حاصل ہوئی، کئی عزیزانِ اہل سلوک  
حاضر تھے۔

آپ نے فرمایا: ”دنیا و آخرت اور مافیہا میں تمام  
عبادات سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔ پس جب  
اس سے افضل اور کوئی عبادت نہیں تو لوگوں کو اس جلیل القدر  
نعمت سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ اپنے آپ کو  
اس سعادت داریں سے بے بہرہ نہ رکھیں اور اس سے فیوض و  
برکات حاصل کریں۔“

پھر فرمایا: ”حجۃ الاسلام“ میں لکھا ہے کہ قرآن  
جس دل میں بھی آتا ہے اُسے معصیت و ضلالت اور حرص و  
آرز سے پاک کر دیتا ہے۔“

اس کے بعد فرمایا: ”میں نے شیخ المشائخ حضرت شاہ  
نظام الدین اولیاء سے سنا ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک کے ذوقانے





اس وجہ سے آپ اکثر پشیمان و سرگرداں رہتے۔ ایک شب خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سرفراز ہوتے۔ آپ نے دریافت کیا، ”اے ابویوسف! وجہِ ملال اور باعثِ افسوس کیا ہے؟“ عرض کی ”یا رسول اللہ! حفظِ قرآن جیسی سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہوں“ آپ نے فرمایا ”کوئی بات نہیں، ہر روز سورۃ یوسف کی تلاوت کیا کرو، قرآن پاک یاد ہو جائے گا“ حضرت ابویوسف فرماتے ہیں کہ میں نے بیدار ہو کر حضورِ اکرم کے حکم پر عمل کیا اور سورۃ یوسف کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لیا، اللہ کے فضل و کرم سے چند ہی دنوں بعد مجھے قرآن پاک یاد ہو گیا، اور میں اب تک پانچ ختم روزانہ کرتا ہوں“

پھر فرمایا: ”خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ پہلے قرآن پاک یاد نہ تھا، اور آپ اپنی اس محرومی کی وجہ سے افسردہ رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔۔۔ ایک رات مجھے قبلہ عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں لے قدمبوسی کے بعد عرض کی کہ میرے دل میں ایک دیرینہ آرزو پھیل رہی ہے اگر حضور کا حکم ہو تو عرض کروں“ آپ نے فرمایا ”کہو“ میں نے کہا۔ ”میں قرآن پاک حفظ کرنا چاہتا ہوں“ آپ نے مجھے حکم دیا کہ سورۃ یوسف

کی تلاوت کیا کرو تاکہ قرآن پاک جلد یاد ہو جائے، "بیدار ہو کر میں نے  
حکم کی تعمیل کی اور اس کی برکت سے میں بہت جلد ہی حافظِ قرآن  
ہو گیا۔"

پھر فرمایا ————— "حفظِ قرآن کے خواہشمندوں کو سورۃ یٰسین  
کی تلاوت پر مداومت کرنی چاہیے تاکہ اس کی برکت سے  
جلد منزل سے ہمکنار ہوں۔"

اس کے بعد آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور ہم سب  
لوگ واپس آگئے۔

خُس و خاشاک و لالہ و گل میں  
ایک ہی حُسنِ دلبرانہ ہے

ایسا لگتا ہے کائنات میں مَعین  
آنتوں کا طلسمِ حسانہ ہے





پھر فرمایا ————— ”اسرار العارفین“ میں ہے کہ جب مبتدی میدان محبت میں آتا ہے تو ،

Marfat.com

پھر فرمایا ————— ”مونس الارواح“ میں ہے کہ کسی نے حضرت

حسن بصری سے پوچھا کہ آپ نے مقامِ محبت کیسے حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ”ارادت کے تین دنوں میں سے پہلے دن میں نے دنیا و مافیہا کو الوداع کہہ دیا، دوسرے دن ترکِ عقیبی و مافیہا کیا اور تیسرے دن کوئے محبت میں خیمہ زن ہو گیا“ جب یہ بات حضرت رابعہ بصری نے سنی تو انہوں نے فرمایا ————— ”حسن پہنچا، مگر دیر سے پہنچا۔ جب مجھے طلبِ حق کی خواہش ہوئی تو میں نے پہلا قدم اپنی خودی کے گلے پر رکھ کر اسے فنا کر دیا، دوسرے قدم سے عقیبی کو برباد کر کے، تیسرا قدم منزلِ دوست میں رکھا“

پھر فرمایا ————— ”محبتِ خاص یہ ہے کہ اپنی عزیز ترین

چیز رضائے جاناں پر قربان کر دی جاتے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی رضا کی خاطر اپنے لختِ جگر کو قربان کرنا چاہا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم اپنے بیٹے کو مت قربان کر، ہم نے اس کے بدلے میں باغِ فردوس سے دنبہ بھیجا ہے اسے قربان کر اپنے بیٹے کو چھوڑ دے“ یہ کہہ کر آپ کافی دیر ایک خاص عالم میں روتے رہے۔ جب ذرا سنبھلے تو فرمایا ————— ”دعویٰ محبت میں وہ شخص صادق ہے جس کے ٹکڑے



رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ ربائی سُنی ہے۔

اَلْوَزْمِیَاوُکُزُوْبِیْرَشُوْمِ      یَا بَاوُکُزُوْمِ رِیْ جِہَاں یَا رَشُوْمِ  
گِرِ بِسِرِّ کُوتے تُو مِرَاد اَر کُنْد      خُو د رِیْ کُنَاں بِسِرِّ اَر شُوْمِ،

اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ \_\_\_\_\_ مصر میں

ایک دیوانہ تھا اس کی گردن طوق و سلاسل اور دست و پا بیڑیوں  
میں جکڑے ہوئے تھے۔ ایک دن وہ کسی علاج گاہ کے پاس پڑا ہوا  
تھا کہ شیخ الاسلام ابو علی فارمدی وہاں سے گزرے۔ دیوانے نے  
انہیں دیکھ کر کہا ”اے مردِ خدا ادھر آ،“ آپ اس کے پاس گئے تو  
وہ کہنے لگا کہ ”آج رات جب تو مشغول بحق ہو تو دوست تک میرا  
یہ پیغام پہنچا دینا کہ تیری عظمت و جلال کی قسم! اگر سات آسمانوں  
اور زمین کی تمام بلائیں بھی طوق و زنجیر بن کر میری گردن اور ہاتھ،  
پاؤں کو جکڑ لیں تو بھی میرے دل میں موجود تیری محبت میں سرمو  
فرق نہ آئے گا،“ یہ حکایت بیان کر کے آپ زار و قطار  
روسنے لگے۔

لطفِ جفا و جورِ تو بر من حرام باد      لے  
گر من بجز وفا ی تو کارِ دگر کنم



پھر فرمایا ————— ”ایک بزرگ جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک آدمی نظر آیا جو سخت سردی میں ایک پتھر پر ننگے پاؤں کھڑا تھا۔ اور پتھر مناسب گرم تھا۔ اس آدمی کی نگاہیں آسمان کی طرف جمی ہوئی تھیں اور وہ مبہوت و متحیر تھا۔ اس بزرگ نے دل میں سوچا کہ سبحان اللہ! دوست کی محبت و استغراق کا کیا ہی عالم ہے! جب وہ اس آدمی کے پاس پہنچے تو اپنی آنکھوں کو اس کے پاؤں پر رگڑا۔ اچانک وہ آدمی جیسے ہوش میں آگیا اور ہاتھ نیچے کر کے اس بزرگ کے سر پر رکھ کر کہنے لگا ”اے عزیز! دوستی کا تقاضا نہیں کہ میں تجھ سے اتنی بھی گفتگو کروں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوست جو شغل غیرت سے مجھے اپنے سے دور کر کے تم میں مشغول کر دے، یہ کہہ کر وہ پھر استغراق ہو گیا۔“

پھر فرمایا ————— ”محبت اور عزت ایک ہی درخت کے پھل ہیں، جہاں محبت زیادہ ہوگی وہاں عزت بھی زیادہ ہوگی۔“

اس کے بعد ————— عالم تحیر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔  
 آپ نے فرمایا ————— ”عالم تحیر ایک بہت بڑا عالم ہے اور اس تک صرف کسی بانی صیب آدمی ہی کی رسائی ہو

سکتی ہے۔“

پھر فرمایا: ————— ”جو کوئی اس عالم میں ہے، وہ

ہر وقت یادِ خدا میں متحیر اور مدہوش رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے  
تو یادِ دوست میں اور اگر کہیں بیٹھا ہے تو بھی خیالِ یار ہی میں  
مست ہے۔ اس کی نیند و حقیقت اللہ کی عظمت و  
قدرت کے گوناگوں کرشموں کے مشاہدے میں کھٹی ہے اور  
اس کی بیداری بھی اسی کے حجابِ جلال و جمال کے گرد اس  
کے بعد آنے پر باقی پڑھی ہے۔

عاشق یہ ہوائے دوست مدہوش بود

وزیرِ محبتِ خویش بے ہوش بود

فردا که همه بچتر حیران باشند

نام تو درون سینه در خوش بود

پھر فرمایا: — ”اہلِ تحیر صبح کی نماز میں طلوعِ آفتاب

تک محو رہتے ہیں۔ ان کی آرزو ہوتی ہے کہ بیمار اے غسل

نگاہِ یار میں مقبول و منظور ہو ۛ

پھر فرمایا۔ ”دلیل العارفین“ میں ہے کہ ایک

بزرگ عالم شکریں آسمان کی طرف نظریں جمائے حیران کھڑے

تھے۔ اسی دوران عرش نے کرسی اور کرسی نے عرش سے  
 پوچھا ”کیا حال ہے؟“ جب انہوں نے یہ دیکھا اور سُناتو  
 نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے، تو  
 ایک مرید حاضر تھا اس نے پوچھا ”یا شیخ! یہ کیا حالت ہے؟“  
 اور اتنا خوف کس وجہ سے تھا؟“ انہوں نے فرمایا ”میں عالمِ سکر  
 میں عرش کو کرسی اور کرسی کو عرش سے یہ کہتے سُننا کہ کیا حال  
 ہے؟ پس میں سمجھ گیا کہ خُدا کی خدائی میں عرش سے فرش تک جو  
 کچھ ہے وہ اسی کے اوصاف میں متجبر و مدہوش ہے۔ اسی وجہ سے  
 مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں بے ہوش گیا،“ یہاں پہنچ کر آپ نے  
 آنسوؤں سے رندھی ہوئی آواز میں حضرت نظامی کا یہ شعر پڑھا۔

نظامی ایں چہ اسرار است کہ خاطر عیاں کردی

کسی ترسی بجنابند زباں درکش زباں درکش

جب حضرت خواجہ یہ شعر تمام کر چکے تو میں نے قدم بوس ہو کر

عرض کی ”حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مناسب

حال اشعار یاد آگئے ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں،“ آپ نے فرمایا

”ہاں کہو،“ پھر میں نے یہ شعر سُناتے۔

(نو اشعار کی ایک غزل راج ہے)

میں غزل پڑھتا رہا۔ آپ روتے اور سر و آہیں بھرتے رہے  
اس کے بعد آپ نے بسندہ کو غایتِ لطف و کرم سے جبہٴ سخا  
اور چار تر کی ٹوپی عنایت کی :- الحمد للہ علی ذالک :-

پھر فرمایا : ”اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا  
اور ظاہری و باطنی احوال دیکھنے والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز  
اسی کا مظہر ہے۔“

اس کے بعد آپ نماز میں مشغول ہوئے، میں اور  
دوسرے لوگ واپس آگئے :-

❦

میں اپنے ملک میں قانونِ مصطفیٰ کے سوا  
کسی فطنام کو ہرگز روا نہیں کہتا  
مؤمنین اپنے گریباں میں جب سے جھانکا ہے  
میں دوسروں کو ذرا بھی برا نہیں کہتا

❦



# جلسہ ہشتم

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا محمد مساوی، مولانا محمد قیام الدین، مولانا بدر الدین اور دیگر عزیزان حاضر خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ”میں نے شیخ الاسلام حضرت شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں۔ ایک حلال، دوسری حرام، تیسری مکروہ، چوتھی مباح۔“

اس کے بعد آپ نے ہر ایک کی یوں تشریح کی کہ۔۔۔۔۔ ”اگر صاحب وجد کے دل میں حُبِ غیر کی بہ نسبت حُبِ خدا زیادہ ہو تو مباح، اگر یادِ غیر زیادہ ہو تو مکروہ، اگر دل میں صرف خدا ہی کی یاد اور محبت ہو تو حلال اور اگر صرف یادِ مجاز ہی ہو تو حرام ہے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”صوتِ موزوں یعنی گانا کیسے حرام









قابل حکیم اور تجربہ کار طبیب بلائے گئے۔ ہر چند کہ انہوں نے بڑی کوششیں کیں مگر بیماری کی تشخیص بھی نہ کر سکے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شاہزادہ خورد و نوش اور گفت و شنید سے بھی معذور ہو گیا، وہ ہر وقت متحیر و مدہوش رہتا۔ کچھ دنوں ہی کیفیت رہی آخر وہ اسی مرض سے فوت ہو گیا۔

اس کی وفات کے بعد — بادشاہ نے اس کا پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا، تاکہ اس کی بیماری دریافت کی جاسکے، کیونکہ وہ شروع میں یہ کہتا تھا کہ ”ہائے — میرا دل جل رہا ہے“ شاہی حکم کی تعمیل میں جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو دل کی جگہ ایک سُرخ اور نہایت خوبصورت پتھر برآمد ہوا۔ وہ پتھر پھر حکماء و اطباء کو دکھلایا گیا، لیکن وہ کوئی معقول وجہ بتا کے مطمئن نہ کر سکے۔ کیونکہ طب و حکمت کے دفتروں میں کسی ایسی بیماری کا ذکر نہیں تھا۔ شاہزادے کی محبت سے مجبور ہو کر بادشاہ نے اس پتھر کے دو ٹکٹے بنانے کا حکم دیا تاکہ اس کی یاد گاہ ہر وقت اس کے پاس رہے، ٹکٹے تیار ہو گئے تو ایک بادشاہ نے انگلی میں پہن لیا اور دوسرا خزانہ شاہی میں محفوظ کر دیا گیا۔

شاہزادے کے ماتم سے فارغ ہو کر بادشاہ نے غم غلط کرنے



کہ مزامیرؑ جب حضورؐ نے یہ بات ختم کی تو ایک آدمی نے قوالوں کو گانے اشارہ کیا۔ قوالوں نے گانا شروع ہی کیا تھا کہ مولیٰ سنا محمدؐ مساوی اور مولانا بدرالدین بجالت وجد رقص کرنے لگے۔ قوالوں نے یہ غزل سنائی۔

عشق در پردہ می نواز و ساز  
عاشقی کو کہ بشنود آواز

(چار اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں)

نماز عصر کے وقت محل سماع اختتام پذیر ہوئی۔ سب نے دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کی۔

نماز کے بعد۔۔۔۔۔ آپ جماعت خانہ کے صحن میں جلوہ افروز ہوئے۔ مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور بہت سے دوسرے لوگ حاضر خدمت تھے۔ قوال نے حضورؐ کے حکم پر قوالی شروع کی۔ احباب طریقت رقص و گریہ کرنے لگے۔ سماع ختم ہوا تو سب خواجہ بندہ نوازؒ کی قد مبوسی کی۔ پھر آپ صحن حسانہ میں فروکش ہوئے۔ قوالوں نے یہ غزل کہی تھی۔

غمیے کنز تو دارم بہ پیش کہ گویم؛      دوائی دل درد مند از کہ جویم؛

(تین اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں)

عصر سے نماز تہجد تک آپ رخص کرتے رہے۔ اس دوران جب نماز کا وقت ہوتا تو وضو کر کے نماز ادا فرمالیتے۔

اس کے بعد ————— آپ نے آیام بھین کے فضائل بیان فرمائے۔  
آپ نے فرمایا کہ ————— ”جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے دنیا میں بھیجا گیا تو ان کا سارا جسم سیاہ تھا۔ جب بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعا شرف قبولیت کو پہنچی تو حکم ہوا کہ ہر ماہ، تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھیں۔ جب انہوں نے پہلا روزہ رکھا تو جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا، دوسرا روزہ رکھا تو آدھا اور تیسرا رکھا تو تمام بدن ہی سفید ہو گیا۔“

پھر فرمایا ————— ”ذیل العارفین“ میں ہے کہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُسے فرمایا کہ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا کر و تا کہ تمہیں سارے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔“

پھر فرمایا ————— ”میں نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی زبان گوہر بار سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ محمد حشیشی رحمۃ اللہ علیہ ”اوراد“ میں لکھتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس نے ہر ماہ آیام بھین کے روزے رکھے اُس



نے گویا سارے سال کے روزے رکھے۔ اُسے قیامت کے  
 دن ”ستر آدمیوں کے ساتھ جنت کی بشارت ہوگی جب  
 وہ قبر سے اُٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح  
 روشن ہوگا۔“

اس کے بعد آپ حجرہ میں مشغول بحق ہو گئے اور میں  
 دیگر زائرین کے ساتھ واپس آ گیا۔

### ہمہ دوست

میں نے بدست شبابوں میں تجھے دیکھا ہے  
 میں نے گل رنگ شرابوں میں تجھے دیکھا ہے  
 حُسنِ مستور! تری جلوہ فروشی کی قسم  
 میں نے باریک نقابوں میں تجھے دیکھا ہے

مُعِیَنَ نَظَائِمِ

## مجلس نہم<sup>(۹)</sup>

قد مبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا زین الدین، مولانا بدر الدین، مولانا منہاج الدین اور دوسرے احباب حاضر خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ”بھوکوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا اسلام میں نہایت پسندیدہ فعل ہے، اور اس سے زیادہ اور کوئی سعادت نہیں۔ اس سے بھوکوں کو راحت ہوگی اور ان کے دلوں میں کھلانے والے کی محبت پیدا ہوگی۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”ایک دن سلطان المشائخ حضرت خواجہ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں ایک شخص آیا اور اُس نے سوال کیا کہ ”بتائیے خدا کی طرف جانے کے لیے کتنے راستے ہیں؟“ آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ ”خدا تک جانے والے راستوں کی تعداد کائنات کے ذروں کی تعداد کے برابر ہے لیکن سب آسان اور نزدیک ترین راستہ مخلوق خدا کے دلوں کو آرام



کہا۔ ”اے شیخ! میں نے تو کہا تھا کہ کوئی کرامت دکھائیے  
اور آپ نے میرے آگے دسترخوان بچھا دیا!“ آپ نے فرمایا  
”یہی سب سے بڑی کرامت ہے، اس سے بڑھ کر کوئی

اور کرامت نہیں، یہ سن کر وہ قد مبوس ہوئے اور چپ  
چاپ کھانا کھا کر چلے گئے۔“

پھر فرمایا۔ ”حضرت انس بن مالک سے روایت  
ہے کہ میں نے رسول اکرم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم! میرے لیے ایک روٹی صدقہ کرنا بہتر ہے یا ستر  
رکعت نفل ادا کرنا؟“ آپ نے فرمایا۔ ”محتاج کو روٹی دینا افضل  
ہے۔“ میں نے پھر سوال کیا کہ ”کسی مسلمان کی حاجت روا کرنا  
افضل ہے یا ستر رکعت نماز نفل؟“ آپ نے فرمایا۔ ”مسلمان بھائی  
کی حاجت روائی افضل ہے۔“

پھر فرمایا۔ ”کھانا کھلانے سے بہتر کوئی اور چیز نہیں اس  
سے مخلوق خدا کو راحت پہنچائی جاتی ہے اور ان کے دل اپنی طرف  
مائل کیے جاسکتے ہیں۔“

یہ کہہ کر آپ نماز ادا کرنے لگ گئے اور میں دوسرے  
لوگوں کے ساتھ واپس آ گیا۔



## مجلس اہم دوم

سعادتِ قدمبوسی حاصل ہوئی۔ مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین، مولانا بدیع الدین اور دوسرے یارانِ طریقت حاضر خدمت تھے۔

آپ نے فرمایا: ”دنیا دار کو آسائشِ قلب حاصل نہیں ہوتی۔ یہ چیز اگر ہے تو صرف فقیر کے گھر میں ہے۔ کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مبعوضہ ہے۔ جہاں دنیا ہوگی وہاں خدا کی رحمت نہ ہوگی۔ اور جہاں خدا کی رحمت نہ ہوگی وہاں راحتِ قلب بھی نہ ہوگی۔ جہاں دنیا نہ ہوگی وہاں رحمتِ خداوندی بھی ہوگی اور اطمینانِ قلب بھی۔“

پھر فرمایا: ”راہِ سلوک میں درویش جب تک محبت کے صقیل سے اپنے دل کو دنیا کے ننگار سے پاک نہ کریں گے، ذکرِ حق میں مشغول نہ رہیں گے۔ اور غیر کی محبت سے فارغ ہو کر صرف اسی کا دم نہ بھریں گے کسی مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے۔“

پھر فرمایا۔۔۔۔۔ ”میں نے حضرت سلطان المشائخ سے  
یہ حدیث سنی ہے کہ ”حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ وَتَرْكُ  
الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ“ یعنی حُب دنیا تمام برائیوں کی جڑ اور  
ترک دنیا سب سے بڑی عبادت ہے۔“

پھر فرمایا ————— ”زاد المحسنین“ میں لکھا ہے کہ تمام  
برائیوں اور گناہوں کو ایک مکان میں بند کر کے، دنیا کی محبت  
کو اس کی کنجی بنا دیا گیا ہے اور تمام اچھائیوں اور نیکیوں کو ایک  
گھر میں بند کر کے ترک دنیا کو اس کی کنجی بنا دیا گیا ہے۔“

پھر فرمایا ————— ”شیخ الاسلام عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ  
نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ بندوں اور خدا کے درمیان  
سب سے بڑا حجاب دنیا ہے۔“

پھر فرمایا ————— ”ایک حکیم کئی دن کا بھوکا تھا۔ وہ پانی کے ایک تالاب پر پہنچا اور وہاں پڑے ہوئے انگور کے پتے اٹھا کر کھانے لگا۔ اسی وقت ایک دنیا دار بھی وہاں آ پہنچا۔ اس نے اپنے گھوڑے سے اتر کر حکیم کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور کہا کہ ”اگر آپ ہمارے بادشاہ کی مصاحبت اختیار کریں تو یوں پتے کھانے سے نجات حاصل کر لیں“ انہوں نے فرمایا ”اگر تم قناعت اختیار





# معین نظامی کی دیگر تصانیف

النَّبِيُّ الْمُعَظَّمُ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر و استقلال

پر انتہائی خوبصورت، مختصر اور جامع تحریر، مستند تاریخی مواد،  
ادبیانہ طرزِ نگارش، عالمانہ اندازِ بیان :

**جھلک** :- جھلوال کی ثمر بار سرزمین کی علمی و ادبی سرگرمیوں کی

روند اور "جھلک" کا خاص شمارہ — وزیرِ بے نظیر نمبر — جس کی ادارت

کے فرائض معین نظامی نے سرانجام دیے۔ جدید غزلیں، ادبی مضامین،

**انوارِ قمر** :- شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ

کے مستند اور تفصیلی حالاتِ زندگی، آپ کے چند علمی اور نجی خطوط،

منظوم تذرانہ ہائے عقیدت : (زیرِ طبع)

**مضامین**، تصوف و معرفت کی نادر و نایاب کتابوں کا انتخاب

و ترجمہ، بزرگانِ دین پر سوانحی مضامین، (زیرِ طبع)

**خاورِ مستان** : غزلوں اور نظموں کا دلکش مجموعہ، ناکام حسرتوں

نامراد خواہشوں، برباد آرزوؤں، متردک رغبتوں، مسدود چاہتوں، محنتوں

محببتوں، مصلوب جذلوں، ناکفہ تمناؤں، آنکسنی التجاؤں، رومندی

ہونی سرگوشیوں اور کھلی ہوئی زیرِ لب خود کلامیوں کی داستان - (زیرِ طبع)



# اللہ شوق دے تو ان کتب کا مطالعہ کریں :

سید المرسلین	مؤلف	محمد شرف نقشبندی
تذکرہ اولیاء	"	شیخ فرید الدین عطار
قصص الانبیاء		
مقیاس و ہایت	مؤلف	مولانا محمد سراج پوری
مقیاس مناظرہ	"	"
مقیاس حقیقت	"	"
تذکرہ اولیائے حقیقت	"	مولانا سلطان احمد فاروقی
فاطمی اور سربراہ مملکت اسلام کی نظریں	"	مفتی غلام سرور
بہارِ جنت	"	مولانا مہر دین
فیصلہ شرعیہ حرمت تعزیر		
فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱	"	امام احمد رضا
مقامات اولیاء (زیر طبع)	"	افتخار الحسن
اصول النشائی عربی	(زیر طبع)	
اوصاف صوفیہ زیر طبع	مؤلف	مولانا مشاق احمد نقشبندی
ملنے کا پتہ :- مکتبہ نوریہ رضویہ - ۱۱ - گنج بخش روڈ لاہور		





ملفوظات حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ

# چراغ

اُردو ترجمہ مفتاح العاشقین

ترجمہ

مُعینِ نظامی

ناشر

الحسین پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور